# امامت میں اختلاف

## حکم نزاع در امامت:

سوال: جناب کو ماجرائے ذیل میں ثالث ہم لوگوں نے مانا ہے، جیسا فرمان ہو، عمل میں لاویں گے، ایک محلّہ کے قدیمی دائمی امام قاری صاحب نے دوسرے ضلع میں بضرورت جانا چاہا، مصلی لوگوں نے جواب دیا کہ منشی لطف الرحمٰن غیر ملکی کو جیسا کہ آگے اور ایک سال چند روز جمعہ (یعنی اٹکین ) دے کر گئے تھے، اب بھی دے کے جایئے، امام قدیم نے موافق اجازت مصلی نئے خطیب سے جا کر کہہ کر دوسری ضلع کو چلے گئے، نئے خطیب نے بعد دو جمعہ آ کر مصلیوں سے کہا کہ میں کئی جمعہ کے لیے قبول نہیں کرتا، امام کو آئندہ نہیں رکھیں گے اور قسم بھی اس پر کھائی، اب قدیمی امام آ کر دعویدار ہوئے اور فساد یہاں تک بڑھا کہ اب (اب سب مصلی اور قدیم وجدید دونوں امام جناب سے دست بستہ عرض گذار ہیں کہ اس درمانی قول وقرار وقسم کرنے سے نئے امام کو حق امامت کرنا ہے، یا قدیم امام کا، موافق حکم واجازت مصلی جو کہ نئے امام کو کہہ کر اور امامت کا حکم دے کر دوسرے ضلع گیا تھا، ابھی اسی کا دعویٰ اور حق امامت بحال رہے گا، کس کا خطیبی بحال رہے گا۔

الحاصل مصلی لوگ اور دونوں امام قدیم محلّہ وامام وخطیب غیر محلّہ سب مل کر دستخط کر کے جناب سے مسئلہ طلب کرتے ہیں اور ثالث مانتے ہیں کہ کون دائمی خطیب موافق شرع محمدی کے ہے، موافق اس کے عمل کریں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں چوں کہ امام قدیم رخصت لے کر گیا تھا، مستعفی ہو کر نہیں گیا تھا اور اہل محلّہ؛ یعنی مصلیوں نے امام جدید کو مقرر کرتے ہوئے امام قدیم کو اطلاع نہیں دی کہ تم کو معزول کر دیا گیا؛ اس لیے امام قدیم منصب امامت پر بدستور باقی ہے۔

**فإن الإجارة لایصح فسخًا إلابحضرة المتعاقدین حقیقة أوحکما ولو یوجد.**(۱)

(۱) ثم إذا فسخ أحدهما الإجارة من غیر محضر الأخیر هل یصح؟قال بعض المشائخ علی قول أبی یوسف، وعلی قولهما لا یصح وقال بعضهم: لا یصح إلا بحضرة صاحبه بالإتفاق ،کذا فی الذخیرة.(البنایة شرح الهدایة، حکم من استاجر داراً کل شهر،الخ: ۱۰/ ۲۷۲،دارالکتب العلمیة بیروت.انیس)

اوراس کا دعویٰ حق بجانب ہے؛ کیوں کہ نہ اس نے استعفیٰ دیا، نہ اس کو عزل کی اطلاع دی گئی اور امام جدید کا دعویٰ بھی حق بجانب ہے؛ کیوں کہ جس وقت اس نے امامت سے انکار کیا تو اہلہ محلّہ نے اس کو ہمیشہ کے واسطے امام بنالیا اور اس سے عہد بھی کرلیا تھا، پس امام قدیم اور امام جدید دونوں امامت کے عہدے پر قائم ہیں اور ان ایام کی تنخواہ دونوں کو دینی پڑے گی اور اب اہل محلّہ کو اختیار ہے کہ اگر دونوں کو امام نہ رکھ سکیں تو ان میں سے ایک کو جواب دیکر الگ کردیں، خواہ قدیم کو خواہ جدید کو اور وسعت ہو تو دونوں کو امام بنالیں، یہ تو صورت مسئولہ کا جواب تھا۔ اب بطور نصیحت کے لکھا جاتا ہے کہ اہل محلّہ نے اس معاملہ میں یہ سخت کوتاہی کی کہ جس وقت امام جدید کو مستقل امام دائمی بنایا تھا، اس وقت امام قدیم کو اطلاع کیوں نہیں دی کہ تم کو آج سے معزول کردیا گیا اور امام جدید نے یہ سخت بے مروتی کی کہ امام قدیم کے منصب کی طمع کی اور اس کی جگہ پر قبضہ جمانا چاہا اور امام قدیم نے یہ غلطی کی کہ جب اس کی جگہ اہل محلّہ نے دوسرے کو رکھ لیا تھا تو اس میں آکر جھگڑا اور منازعت کی یہ امور علم واسلام کی شان سے بہت بعید تھے۔ واللہ اعلم

## امامت میں اختلاف ہو تو ترجیح کس کو دی جائے:

سوال: مسجد محلّہ میں دو شخص کہتے ہیں کہ ہمارا مقرر کیا ہوا امام رہے گا اور جماعت کے جو زیادہ شخص ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم جو امام مقرر کریں گے، وہ امام رہے گا؟

الجواب ——————————

جس کو جماعت کے زیادہ اشخاص امام مقرر کریں، وہی امام رہے گا؛ **لأن الاعتبار للأكثر.** (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹/۳)

## مقتدیوں میں امام کے بارے میں اختلاف ہو تو کیا کیا جائے:

سوال: کسی جگہ ایک مسجد ہے اور ایک امام ہے، لوگ کسی وجہ سے اٹھانوے فیصدی اس کے خلاف ہیں اور دو فیصدی اس کے موافق، دونوں پارٹیوں میں امام کی وجہ سے زبردست فساد ہونے کا اندیشہ ہے، ایسے نازک دور میں امام کا اپنا کیا فرض ہے؟ اس کو اس مسجد میں رہنا چاہیے، یا نہیں؟ اور اس فساد کو جو کہ خود اس کی وجہ سے ہونا چاہتا ہے، کس طرح روک سکتا ہے؟

---

(۱) (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير)

فإن استووا يقرع بينهما أو الخيار إلى القوم وإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (اللباب في شرح الكتاب، باب صفة الصلاة: ۷۹/۱، المكتبة العلمية بيروت. انيس)

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

اٹھانوے فیصدی کس وجہ سے اس کے خلاف ہیں، اگر اس میں شرعی قباحت ہے تو اس کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ایسی حالت میں اس کو لازم ہے کہ امامت سے علاحدہ ہو جائے، یا اس شرعی قباحت کو دور کرے، اگر اغراض نفسانیہ اور ذاتی کاوشوں کی وجہ سے خلاف ہیں، یا وہ اہل باطل ہیں اور امام اہل حق میں سے ہے تو خود وہ لوگ گنہگار ہیں، ان کو لازم ہے کہ حرکات سے باز آئیں اور امام کو راضی کریں، بہر حال جس شخص کی غلطی ہو، اس کو تائب ہونا اور فتنہ وفساد سے اجتناب کرنا از حد ضروری ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف، غفرلہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۷/۱۳۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۵/۶)

## متعین امام کو دوسروں پر مقدم کرنے کا حکم:

سوال: ایک مقام پر شاہی زمانہ کی تعمیر جامع مسجد ہے، جس کو بادشاہی صوبہ حاکم وقت نے شہر کے آباد کرنے کے ساتھ تعمیر کرایا تھا اور بعد ختم تعمیر جامع مسجد منصب امامت کو ایک مرد صالح کے سپرد فرمایا تھا، چناں چہ اس زمانہ سے آج تک اسی امام کی اولاد میں پشت در پشت امامت منتقل ہوکر آئی ہے، مگر عرصہ پانچ سات سال کا تخمینہ گزرتا ہے کہ امام وقت نے کسی اخبار میں کچھ مضامین بہ نسبت انتظامی قواعد طاعون شکایتی چھپوائے تھے، جس کو بعض افسران سرکاری نے دریافت کرکے بعض رؤساء شہر کو ہدایت فرمائی کہ امام مسجد کو بہتر ہوگا کہ علاحدہ کردیا جاوے، چناں چہ حسب مصلحت وقت ان کی جگہ ان کے حقیقی چچا زاد بھائی کو منصب امامت پر مقرر کردیا، چند سال انہوں نے بھی کام کیا؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کو اپنے حوائج ضروریہ کی وجہ سے اتفاقاً سفر درپیش ہوا، جس کی وجہ سے اپنی جگہ ایک مولوی صاحب کو قائم مقام کردیا، لہٰذا اب چند سال سے مولوی صاحب موصوف امامت کرتے ہیں، اب کچھ عرصہ بعد امام صاحب جامع مسجد نے

(۱) ”ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره ذلك تحريماً، لحديث أبي داؤد: ”لا يقبل اللّٰه تعالىٰ صلاة من تقدم قوماً، وهم له كارهون وإن هو أحق، لا، والكراهة عليهم“.
(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، سعيد)

(عن عبداللّٰه بن عمرو أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل اللّٰه منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ. (سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳)/المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالغافري عن عبداللّٰه بن عمرو (ح: ۱۷۶)/مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳)/سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰)/صحيح ابن خزيمة، باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ۱۵۱۸) عن عطار بن دينار الهذلي مرسلاً. انيس)

جنھوں نے مولوی صاحب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا، کسی جمعہ کو قصد امامت کیا تو یہ امر مولوی صاحب کو سخت نا گوار ہوا، جس پر انہوں نے اپنے چند معتقدین کے ذریعہ سے اس امر کی کوشش کی اور اب تک کر رہے ہے کہ یہ امامت ہم سے نہ نکلے اور ہمارے لیے ہمیشہ کو قائم رہے؛ لیکن اکثر اہل شہر اپنے امام قدیم کو چھوڑنے اور مولوی صاحب کی امامت قبول کرنے سے ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتے گو مولوی صاحب کو بمقابلہ امام قدیم کے علم میں زیادتی ضرور ہے؛ لیکن ان کے نزدیک سوائے اپنے چند ہم خیالوں کے سلف سے اب تک جتنے عالم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے والے گزرے ہیں اور فی الحال موجود ہیں اور نیز ان کے پیرو عام مسلمان سب وہابی بے دین ہیں، خاص کر آخر زمانہ کے عالم مثل مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور علمائے دیوبند اور ندوہ کی شرکت کرنے والے عالموں کو ناجائز الفاظ سے یاد کرنا وظیفہ ہے اور باوجود ان سب باتوں کے بعض صاحبوں نے بنظر رفع شر مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک جمعہ کی نماز امام صاحب کے پیچھے پڑھ لیجئے اور آئندہ حسب دستور امام قدیمی کی جانب سے پڑھاتے رہیے، اس کو پسند نہیں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم کو یزیدی بیعت نہیں ہے، حالاں کہ امام صاحب کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نہیں ہیں، پس ایسی صورت میں استحقاق امامت امام قدیم کا ہے، یا امامت کے طالب مولوی صاحب کا حق ہے، چوں کہ اس بارہ میں دونوں طرف سے کوشش ہو رہی ہے کون فرقہ خطا پر ہے اور کون حق پر؟

الجواب

اول تو جب امام اول کے حقیقی چچازاد بھائی کو شہر کے اہل حل وعقد نے منصب امامت پر مقرر کر دیا تھا؛ تاوقتے کہ وہ معزول نہ کئے جاویں اور معزول کرنے والے بھی شہر کے اہل حل وعقد ہی ہوں، اس وقت تک اگر یہ امام ثانی بہ مقابلہ ان عالم صاحب؛ یعنی امام ثالث کے باعتبار صفات کے اولیٰ بالامامت بھی نہ ہوتے، تب بھی بوجہ اسبق فی النصب ہونے کے مستحق للامامۃ یہی تھے؛ کیوں کہ اعتبار ان صفات کا وقت نصب کے ہے، نہ بعد نصب کے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

”قوله:(اعتبر أكثرهم)لايظهر هٰذا إلا في المنصب“.(ردالمحتار : ۵۲۲/۱)(۱)

اور کسی کو نائب بنانے سے اصل معزول نہیں ہوتا۔

(۱) وإلا فكل يصلي خلف من يختاره،ط،لكن فيه تكرار الجماعة وقد مر مافيه.(الدر المختار مع ردالمحتار، باب الامامة،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۵۹/۱،بيروت،انيس)

دوسرے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ثالث بہت سے علمائے حقانی متبعین سنت کو برا کہتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ثالث عقائد میں سنت کے خلاف ہیں؛ یعنی مبتدع ہیں اور برا کہنا خود عمل فسق ہے اور فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ ہے۔

**فی الدرالمختار: (وفاسق وأعمٰی) ونحوه الأعشٰی. نهر، إلاأن يكون أى غيرالفاسق (أعلم القوم) فهو أولٰى (ومبتدع) أى صاحب بدعة، وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة. (۱)**

تیسرے سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اہل شہر مولوی صاحب کی امامت سے ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتے اور وجہ دوم سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مولوی صاحب میں ناراضی کے وجوہ بھی شرعی ہیں تو خود ایسی صورت میں امامت کرنا مکروہ ہے۔

**فی الدرالمختار: (ولو أم قومًا وهم له كارهون، أن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) ذلك تحريمًا لحديث أبى داؤد لايقبل اللّٰه صلٰوة من تقدم وهم له كارهون (وإن هو أحق) لا والكراهة عليهم. (۲)**

چوتھے اگر امام ثالث میں کوئی خرابی نہ ہو، تب بھی چوں کہ اکثر لوگ امام سابق کی طرف ہیں، ایسی صورت میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

**فی الدرالمختار: (فإن استووا يقرع) بين المستويين (والخيارإلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (۳)**

رہا امام ثالث کا عالم ہونا، سو محض عالم ہونا، موجب احقیت امامیت نہیں؛ بلکہ اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ شخص

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتارباب الإمامة: ۱/۵۶۰-۵۶۱، بيروت، انيس

وفى المحيط: ولو صلى خلف فاسق أو مبتدع فقد أحرز فضل الجماعة. (النهر الفائق شرح كنزالدقائق، كتاب الصلاة: ۱/۲۴۲، دارالكتب العلمية. انيس)

ومن صلى خلف فاسق أو مبتدع يكون محرزاً ثواب الجماعة. (المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، كتاب الصلاة: ۱/۴۰۷، دارالفكر بيروت. انيس)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتارباب الإمامة: ۱/۵۵۹، بيروت/ سنن أبى داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) انيس

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۸/ وكذا فى اللباب فى شرح الكتاب، باب صفة الصلاة: ۱/۷۹، المكتبة العلمية بيروت. انيس

مطعون فی الدین نہ ہو، ورنہ وہ احق للامامت نہیں۔

**فی الدر المختار: و(الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة).**

**فی رد المحتار. الأعلم بالسنة أولٰى إلا أن يطعن عليه فی دينه؛ لأن الناس لايرغبون فی الاقتداء به.** (۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں استحقاق امامت کا امام قدیم کو حاصل ہے۔ ان مولوی صاحب طالب امامت کا کچھ حق نہیں۔ واللہ اعلم

۲؍شعبان ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱/۵۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۵۵-۳۵۸)

☆☆☆

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۷ (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

قال الشرنبلالی: شروط صحة الإمامة للرجال الاصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق رضی اللّٰه تعالٰى عنه أو صحبته أو يسبّ الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلک من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛ لأن صلٰوة الصبی نفل ونفله لايلزمه (والعقل) لعدم صحة صلاته بعدمه كا لسكران (والذكورة) خرج به المرأة للأمر بتأخيرهن والخنثی امرأة فلا يقتدی به غيرها (والقراءة) بحفظ اٰية تصح بها الصلاة على الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقی الفلاح علٰى حاشية الطحطاوی، باب الإمامة: ۱۵۶)